ذبیح اللہ کون تھے؟

محمد رمضان یوسف سلفی

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ ان کی ساری زندگی راہ الٰہی میں آزمائشوں اور امتحانوں میں گزری۔ خلیل علیہ السلام ہر موقع پر ثابت قدم رہے۔ جس کا انعام اللہ تعالیٰ نے (انی جاعلک للناس اماما) میں تمہیں سب لوگوں کا امام بناتا ہوں" کی صورت میں دیا۔ خلیل علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی۔ جب وہ بڑھاپے کو پہنچے تو دعا کی: (رب هب لی من الصالحین)" اے اللہ مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما"

دعائے خلیل بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی اور فرمایا گیا:

فبشرنه بغلام حلیم

ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی خوشخبری دی۔ پھر یہی بچہ جس کی بشارت غلام حلیم کہہ کر دی گئی تھی جب بڑا ہوا تو اس کے ذبح کا حکم ہوا، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حکم الٰہی کے آگے سر موانحراف نہ کیا اور اپنے پیارے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ پھر جب باپ اور بیٹے نے حکم الٰہی کی تعمیل میں اس کام کو پورا کرنا چاہا تو ارشاد ہوا اے ابراہیم! قد صدقت الرویاء "یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ کون سے فرزند تھے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا؟ اس سلسلہ میں دو مختلف قسم کی روایات ہیں جمہور علماء کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور قوی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ کون سے فرزند تھے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا؟ اس سلسلہ میں دو مختلف قسم کی روایات ہیں جمہور علماء کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جب کہ اہل کتاب حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں چنانچہ حقیقت جاننے کیلئے حقائق کی نقاب کشائی کی جاتی ہے

کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جب کہ اہل کتاب حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں چنانچہ حقیقت جاننے کیلئے حقائق کی نقاب کشائی کی جاتی سب سے پہلے اہل کتاب کا دعویٰ پیش خدمت ہے بائبل میں مذکور ہے:

"خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابراہیم اس نے کہا میں حاضر ہوں تب اس نے کہا تو اپنے بیٹے اسحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو تجھے بتاؤں گا، سوختی قربانی کے طور پر چڑھا" (پیدائش باب ۲۲ فقرہ ۱،۲)

بائبل کی اس عبارت سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں کہ ایک تو یہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی مانگی گئی تھی اور دوسرا یہ کہ اکلوتے بیٹے تھے حالانکہ بائبل کے دوسرے مقامات سے یہ چیز ثابت ہے کہ حضرت اسحاق اکلوتے نہ تھے اس کیلئے عبارت ملاحظہ کیجئے:

"اور ابرہام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور ساری نے ابرہام سے کہا کہ دیکھو خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا شائد اس سے میرا گھر آباد ہو، اور ابرہام نے ساری کی بات مانی اور ابرہام کو ملک کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہو گئے تھے: تب اس کی بیوی

ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے، اور وہ حاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوگئی'' (پیدائش باب:۱۶فقرہ ۱۔۴)

اسی باب کے فقرہ نمبر ۱۱ میں خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کا نام اسماعیل رکھنا''۔ اور بائبل ہی سے ثابت ہے کہ اسماعیل اور اسحاق کی ولادت میں چودہ برس کا وقفہ ہے یعنی اسحاق علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ۱۴ برس چھوٹے ہیں۔ چنانچہ مذکور ہے کہ ''ابرہام سے حاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرہام نے اپنے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا اور جب ابرہام سے حاجرہ سے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرہام چھیاسی برس کا تھا'' (پیدائش باب:۱۶۔ فقرہ:۱۵۔۱۶)

اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے، سو اس کو ساری نہ پکارنا، اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا۔ یقیناً میں اسے برکت دوں گا قومیں اسی کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا اور کیا سارہ جو نوے برس کی ہے، سے اولاد ہوگی؟ اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے، تب خدا نے کہا بے شک تیری سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو اس کا نام اضحاق رکھنا، جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہوگا'' (پیدائش باب:۱۷فقرہ ۱۵تا ۲۳)

اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا'' (پیدائش باب ۲۱ فقرہ:۱۵)

ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا

اور جب اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرا برس کا تھا ابرہام اور اسکے بیٹے اسماعیل کا ختنہ ایک ہی دن میں ہوا (پیدائش باب ۱۷۔ فقرہ ۲۴۔۲۵)

ان عبارات سے بائبل کی تضاد بیانی واضح ہے اور اس سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اور انہی کے ذبح کا حکم ہوا تھا نہ کہ اسحاق علیہ السلام تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اہل کتاب کے اس دعویٰ کو ''اکلوتے بیٹے کی قربانی مانگی گئی تھی'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان (عیسائیوں) کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا لیکن صرف اس لئے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل سے ہٹا کر حضرت اسحٰق علیہ السلام کو دے دیا اور بے جا تاویلیں کر کے اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل ڈالا اور کہا کہ ہماری کتاب میں لفظ ''وحید ک'' ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو میرے پاس اس وقت آ گیا ہے وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیل تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے یہاں خلیل اللہ کے ساتھ صرف اسحاق تھے، لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ ''وحیدک'' صرف اس کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا کوئی بھائی نہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴ صفحہ ۳۷۴،۳۷۵)

بائبل کے بعد اب اسلامی روایات کو دیکھتے ہیں کہ مفسرین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم و تابعین کی جو روایات نقل کی ہیں ان میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف میں دو گروہ ہیں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا قائل ہے۔ اور دوسرا گروہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جو گروہ حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں حسب ذیل بزرگوں کے اسمائے گرامی ملتے ہیں:

حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، مجاہد، شعبی، مسروق، مکحول، زہری، عطاء، مقاتل، سدی، کعب، احبار، زید بن اسلم رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرھم۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس گروہ میں حسب ذیل بزرگوں کے نام ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت

حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں نے بھیڑ کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں۔ جاؤ اور اسے ڈھک دو۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ اس بھیڑ کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگ گئی اس میں وہ جل گئے۔ یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے۔ اسی وجہ سے تو ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے

ابوہریرہ، حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عکرمہ، مجاہد، یوسف بن مہران، حسن بصری، محمد بن کعب قرظی، شعبی، سعید بن مسیب، ضحاک، محمد بن علی بن حسین، (محمد باقر)، ربیع بن انس، احمد بن حنبل رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرھم۔

ان دونوں فہرستوں کا تقابل کیا جائے تو متعدد نام ان میں مشترک نظر آئیں گے۔ یعنی ایک ہی بزرگ سے دو مختلف قول منقول ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عکرمہ یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ صاحبزادے اسحاق تھے۔ مگر انہی سے عطاء بن ابی رباح یہ بات نقل کرتے کہ: **زعمت الیهود انه اسحق وکذبت الیهود**" یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حضرت اسحاق تھے مگر یہودی جھوٹ کہتے ہیں۔

اسی طرح حضرت حسن بصری سے ایک روایت ہے کہ وہ حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ ہونے کے قائل تھے۔ مگر عمر بن عبید کہتے ہیں کہ حسن بصری کو اس امر میں کوئی شک نہیں تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے (تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ:۲۹۸)

اختلاف روایت کی بناء پر علماء اسلام میں سے بعض نے تو پورے وثوق سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے حق میں رائے دی ہے اور بعض نے قطعی طور پر حکم لگایا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے اور بعض تذبذب میں ہیں لیکن اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ امر ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے دور کیوں جائیں، قرآن مجید میں ہی دیکھ لیں جہاں بیٹوں کی ترتیب کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

الحمدلله الذی وهب لی علی الکبر اسماعیل واسحق (سورة ابراهیم: ۳۹)

اور پھر قران مجید میں جہاں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دی گئی ہے وہاں ان کیلئے ''غلام علیم'' (علم والے لڑکے) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

لا توجل انا نبشرک بغلام علیم (الحجر ۲۸)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دیتے وقت غلام حلیم (بردبار لڑکے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں صاحبزادوں کی دونمایاں الگ الگ صفات تھیں۔ اور ذبیح کا حکم ''غلام علیم'' کیلئے نہیں بلکہ ''غلام حلیم'' کیلئے تھا۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری اپنی تفسیر میں آیت'' **فبشرناه بغلام حلیم**" کے تحت لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ ذبیح اللہ لڑکا کون تھا، اسمٰعیل یا اسحٰق۔'' فریقین کے اپنے اپنے دلائل اور اپنے اپنے خیالات ہیں مگر یہ آیت قران فیصلہ کرتی ہے کہ یہ لڑکا اسماعیل تھا کیونکہ انہی آیتوں میں اسحٰق کا ذکر ذبیح لڑکے کے بیان کے بعد آتا ہے جس کا شروع یوں ہے: **وبشرنا باسحاق نبیا**" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلیم اور ذبیح لڑکا اسماعیل تھا اور اسحاق الگ ہے۔ جس کو اس قصہ پر عطف کے ساتھ بیان فرمایا (تفسیر ثنائی صفحہ:۵۴۱)

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے جب محمد بن کعب قرظی نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قران میں خلیل اللہ کو حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی خوشخبری کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا، یعقوب نامی۔ جب ان کی اوران کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا! تو حضرت عمرؒ نے فرمایا یہ صاف دلیل ہے۔ میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گویا میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے نے کہا کہ اے امیر المومنین سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے، اس حسد کے مارے یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام دے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد۴ صفحہ:۴۳۸)

ایک غریب حدیث میں ہے کہ ''شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بحث چھڑ گئی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا اچھا ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر کے پاس آیا۔ سنو! ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے دو ذبیحوں کی نسل کے رسول ﷺ مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے۔ اس پر آپ مسکرائے، ایک تو ذبیح اللہ نبی اکرم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ تھے اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی نسل سے آپ ہیں (تفسیر ابن کثیر اردو جلد۴ صفحہ:۴۷۸۔ مختصر سیرت رسول شیخ عبداللہ صفحہ:۲۳)

مختصر سیرت رسول ﷺ کی روایت میں'' **ولم ینکر علیه" اور آپ نے اس کی تردید نہ کی، کے الفاظ ہیں. ایک روایت میں آپ فرماتے ہیں کہ انا ابن لیذبیحین"** میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں'' (مختصر سیرت رسولؐ شیخ عبداللہ نجدی، صفحہ:۲۳ اردو

ترجمہ:۵۱)

شیخ عبداللہ بن محمد عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ:
''**اسماعیل هو الذبیح علی قول الصحیح والقول بانه اسحاق باطل**'' صحیح قول کے مطابق اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں اور اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا قول باطل ہے۔(مختصر سیرت رسول صفحہ ۸، اردو ترجمہ)

معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اس کے سینگ بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں نے بھیڑ کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں۔ جاؤ اور اسے ڈھک دو۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ اس بھیڑ کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگ گئی اس میں وہ جل گئے۔ یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے۔ اسی وجہ سے تو ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے معبوث فرمایا۔(تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ جلد ۴ صفحہ:۳۷۷)

یہ بات صدیوں سے عرب کی روایت میں محفوظ تھی کہ قربان کا یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا اور صرف روایات ہی نہ تھیں بلکہ اس وقت سے نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک مناسک حج میں یہ کام بھی برابر شامل چلا آرہا تھا۔ اسی مقام منیٰ میں جا کر لوگ اسی جگہ پر جہاں حضرت ابرہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی۔ جانور قربان کیا کرتے تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ معبوث ہوئے تو آپ نے بھی اسی طریقے کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ آج تک حج کے موقع پر ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ ساڑھے چار ہزار سال کا یہ متواتر عمل اس امر کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کے وارث بنی اسماعیل ہوئے نہ کہ اسحٰق۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل میں ایسی کوئی رسم کبھی جاری نہیں رہی ہے جسمیں ساری قوم بیک وقت قربانیاں کرتی ہو اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربان کی یادگار کہتی ہو۔(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ:۳۰۰)

سورۃ صافات کی آیات ۱۰۷ اور ۱۰۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وفدیناه بذبح عظیم وتركنا علیه في الآخرین**.

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔

اب بنو اسماعیل اور بنو اسحٰق کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے مسلسل چلی آرہی ہے۔ اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام ونشان کبھی نہیں پایا گیا۔ ہم اس کی دلیل میں بائبل ہی کا ایک مقام ''سحیاہ نبی کی کتاب سے پیش کرتے ہیں لکھا ہے کہ:''اونٹنیاں کثرت سے تجھے آگے چھپالیں گی۔ مدایان اور عیفان کے اونٹ، وہ سب جو سبا کے ہیں، آئیں گے، وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس ہوں گی، نبیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا(باب:۶۰ فقرہ:۶۔۷)

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے برادرزادے جو یمن میں آباد ہوئے۔(یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور نبیت خاص اسماعیل کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا، اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا جو اسماعیل کی جائے سکونت ہے اور جس کے اردگرد ان کی اولاد قیدار اور نبیت کی نسلیں آباد ہوئیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہات کا انکار ہے۔(ماخوذ رحمت للعالمین از قاضی سلیمان حصہ دوم صفحہ:۴۹)

ان دلائل کو دیکھنے کے بعد یہ بات قابل تعجب ہے کہ امت مسلمہ میں حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کا خیال آخر کیسے پھیل گیا۔ یہود نے اگر حضرت اسماعیل کو اس شرف سے محروم کر کے اپنے دادا اسحاق کی طرف اسے منسوب کرنے کی کوشش کی تو یہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن آخر مسلمانوں کے ایک گروہ نے اس دھاندلی کو کیسے قبول کرلیا۔ اس کا بہت ہی عمدہ اور شافی جواب علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں دیا ہے، لکھتے ہیں:
''صحیح علم تو خدا ہی کو ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے ان سب بزرگوں کے استاد کعب احبار ہیں جو خلافت فاروقؓ میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتب کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنا شروع کردی اور صحیح وغلط کی تمیز اڑ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں'' (تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ: جلد ۴ صفحہ:۳۷۸)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہی لقب ہے اور صحیح اقوال سے یہی ثابت ہے۔